ملفوظاتِ رومی اردو
تحقیق کی روشنی میں

جناب مہر محمد خان صاحب شہاب مالیر کوٹلوی

مولانا جلال الدین محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مجلسی ارشادات کا نثری مجموعہ جو" فیہ ما فیہ "کے نام سے مشہور ہے ۔ آج اہلِ علم و خبر کے لئے کوئی نئی چیز نہیں رہا ۔ اس کے کم سے کم تین مختلف ایڈیشن ایران سے اور ایک ہندوستان میں چالیس پچاس سال کی مدت میں آگے پیچھے شائع ہو چکے ہیں ۔ ہندی ایڈیشن ۱۹۲۸ء میں جناب مولانا عبدالماجد دریا بادی نے اپنی ترتیب و تدوین کے بعد شائع کیا تھا ۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی کا مرتبہ نسخہ اور ایرانی ایڈیشنوں میں سے دو ایڈیشن نیازمند کی نظر سے گذر چکے ہیں ، ان تینوں ایڈیشنوں میں سے بہترین ایڈیشن وہ ہے جو چند سال پہلے تہران یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہوا ہے ۔ اور اسے فاضل محترم آقائے بدیع الزماں فروزانفر استاذ دانشگاہ تہران نے ترتیب دیا ہے ۔ اس نسخہ کی ترتیب و ترکیب و تہذیب و تصحیح و طباعت میں فاضل مرتب نے توجہ اور ژرف نگاہی سے کام لیا ہے ۔ ہر صفحہ کے ذیلی حواشی کے علاوہ جن میں اختلافِ نُسَخ کی تفصیل ہے ۔ کتاب کے آخر میں نہایت مفصل تعلیقات و حواشی کا اضافہ فرمایا ہے ۔ جس سے کتاب آئینۂ مجلّٰی ہو کر سامنے آگئی ہے ۔ ہاں پروفیسر فروزانفر کے مقدمہ کے مقابلہ میں مولانا عبدالماجد کا مقدمہ بہت مفصل اور بہت سی معلومات کا مجموعہ ہے ۔ اور پروفیسر فروزانفر کا مقدمہ بیشتر مخطوطات کتاب فیہ ما فیہ کی خصوصیات ہی سے بحث کرتا ہے ۔

پاکستان کا ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور جو اُردو اور انگریزی میں اسلامیات سے تعلق رکھنے والے صالح ادب میں بڑے پیمانے پر کتابیں شائع کر رہا ہے۔ اسی ادارہ نے جناب پروفیسر فروزانفر کے مرتّبہ اسی نسخۂ "فیہ ما فیہ" کا اُردو ترجمہ "ملفوظاتِ رومی" کے نام سے شائع کیا ہے۔ مترجم ایک فاضل جناب عبد الرشید صاحب تبسّم ایم۔ اے ہیں اور مترجم موصوف کو پاکستان کے متعدد علماء اور پروفیسروں کی امداد حاصل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب تبسّم پنجاب کی نئی اہلِ علم و فضل جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے زمانے کے اہلِ علم و قلم اصحاب میں سے کوئی صاحب اس نام کے ذہن میں نہیں آرہے ہیں۔

"ملفوظاتِ رومی" یا "فیہ ما فیہ" کا یہ اُردو ترجمہ جب ایک تقریب سے اس نیاز مند کے سامنے آیا۔ تو اصل نسخہ سے مقابلہ کرنے پر بافسوس معلوم ہوا کہ فاضل مترجم نے اپنے ترجمہ کے پیش لفظ میں پروفیسر فروزانفر سے اور اپنے ترجمہ میں اصل کتاب "فیہ ما فیہ" کے متن سے انصاف نہیں کیا اور متعدد قسم کی غلطیوں نے کتاب کو کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔

نیاز مند نے جناب تبسّم کے اسی "ملفوظاتِ رومی" کو پیشِ نظر رکھ کر ایک مفصل مقالہ لکھا ہے۔ جس کا عنوان ہے 'جلوہ گاہِ رومی' اس میں چھوٹے بڑے چالیس بیالیس مباحث مختلف عنوانوں کے ماتحت آگئے ہیں۔ ذیل کا مقالہ انہی مباحث میں سے ایک مبحث ہے۔ جس میں "فیہ ما فیہ" کی اصل فارسی عبارت اور ملفوظاتِ رومی کا اُردو ترجمہ آگے پیچھے رکھ کر یہ دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مولانا رومی نے کچھ اور فرمایا تھا اور حضرت تبسّم کے ترجمہ میں وہی بیان کچھ سے کچھ بن گیا ہے۔

یہ بحث تو صرف ایک مثال ہے۔ ورنہ میرے اصل مقالہ "جلوہ گاہِ رومی" میں "ملفوظاتِ رومی" میں سے گوناگوں قسم کے متعدد نوادر پیش کئے گئے ہیں۔ اب ذیل میں اصل مضمون مطالعہ فرمایئے۔

(راقم نیاز مند مہر محمد خان شہابؔ، مالیر کوٹلوی مقیم بمبئی)

(۲۳ مارچ دو شنبہ ۱۹۶۳ء)

نسخۂ "فیہ ما فیہ" مرتبہ پروفیسر بدیع الزمان فروزانفر استاذ دانشکدۂ تہران ایران کے ص ۲۱۸-۱۹ پر مذکور ہے کہ :-

در زمان عمر رضی اللہ عنہ شخصی بود۔ سخت پیر شدہ بود، تا بحدی کہ فرزندش اورا شیر می داد۔ چون طفلان می پرورد۔ عمر رضی اللہ عنہ بآن دختر فرمود کہ درین زمان مانند تو کہ بر پدر حق دارد۔ ہیچ فرزندی نباشد۔ او جواب داد کہ راست می فرمائی ولیکن میانِ من و پدرِ من فرقی ہست اگرچہ من در خدمت ہیچ تقصیری نمی کنم کہ چون پدرم مرا می پرورد و خدمت می کرد۔ برمن می لرزید کہ مبادا بمن آفتی رسد۔ و من پدر را خدمت می کنم و شب و روز دعا می کنم و مردن اورا از خدا میخواہم تا زحمتش از من منقطع شود۔ من اگر خدمتِ پدری کنم آن لرزیدنِ او برمن۔ آن را از کجا آرم۔ عمر فرمود کہ ھٰذِہٖ اَفْقَہُ مِنْ عُمَرَ یعنی کہ من بر ظاہر حکم کردم و تو مغز آن را گفتی۔ نقیہ آن باشد کہ بر مغز چیزی مطلع شود۔ حقیقت آن را باز داند۔ حاشا از عمر کہ از حقیقت و سرِ کارہا واقف نبودی۔ الّا سیرت صحابہ چنین بود کہ خویشتن را شکنند و دیگران را مدح کنند"

جناب تبسم اپنی کتاب ملفوظاتِ رومی کے ص ۳۴۷ پر فیہ ما فیہ کی عبارت منقولہ بالا کا ترجمہ "فقیہ کی تعریف" کے زیرِ عنوان ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک شخص تھا۔ وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا بیٹا اُسے دودھ دیتا۔ اور بچوں کی طرح اس کی پرورش کرتا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی بیٹی سے فرمایا کہ اس زمانہ میں باپ پر جو تو حق رکھتی ہے۔ وہ حق کوئی بیٹا نہیں رکھتا۔ اس نے جواب دیا آپ سچ فرماتے ہیں لیکن مجھ میں اور میرے باپ میں فرق ہے۔ میں اس کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی۔ لیکن باپ جب میری خدمت کرتا تھا تو وہ کانپتا تھا کہ مجھے کوئی دکھ نہ ہو۔ اب میں باپ کی خدمت کرتی ہوں تو رات دن دعا مانگتی ہوں اور خدا سے اُس کی موت چاہتی ہوں تاکہ اس کی زحمت مجھ سے منقطع ہو۔ میں باپ کی خدمت تو کرتی ہوں۔ مگر وہ اس کا مجھ پر کانپنا کہاں سے لاؤں!

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ھٰذِہٖ اَفْقَہُ مِنْ عُمَرَ ۔ یہ عورت عمرؓ سے بڑھ کر فقیہ ہے۔

یعنی کہ میں نے ظاہر پر حکم کیا اور تو نے اس کا مغز کہہ دیا۔ فقیہ وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے مغز سے مطلع ہو، اس کی حقیقت کو جانتا ہو۔ افسوس عمرؓ پر کہ وہ حقیقتِ راز سے واقف نہ ہوا۔ بیشک صحابہ کی سیرت ایسی تھی کہ وہ اپنے آپ کو شکست دیتے اور دوسروں کی مدح کرتے۔"

نسخۂ "فیہ ما فیہ" مرتبۂ مولانا عبدالماجد دریا بادی کے صفحہ ۲۱۹ پر یہی عبارت موجود ہے۔ دونوں نسخوں کی عبارت میں فرق یہ ہے کہ جہاں بدیعی یا ایرانی میں "فرزندش او را شیری داد" آیا ہے وہاں نسخۂ ماجدی یا ہندی نسخہ میں "دخترش او را شیری داد" آیا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تبسم صاحب بدیعی یا ایرانی نسخہ کا ترجمہ کر رہے ہیں، ماجدی یا ہندی نسخہ کا نہیں لیکن اگر انھوں نے ترجمہ کرتے وقت اس مقام پر پہنچ کر اپنے ترجمہ کی بے ربطی پر کسی قدر غور کیا ہوتا۔ تو ماجدی نسخہ کا اختلاف ان کو اس بے ربطی سے بچا سکتا تھا۔ اور اگر وہ ایسا کرتے تو یہ کوئی نئی بات نہ ہوتی۔ کیونکہ ترجمہ کرتے وقت مولانا عبدالماجد کا نسخہ "فیہ ما فیہ" ہمیشہ اُن کے سامنے رہا ہے۔ جو اُن کے ترجمہ کے صفحات سے ظاہر ہے۔ خیر اگر ماجدی نسخہ کی طرف دھیان نہیں گیا تھا تو اپنے پیش نظر بدیعی نسخۂ فیہ ما فیہ میں "حضرت عمر رضی اللہ عنہ بآن دختر فرمود" کے لفظوں ہی پر اگر غور کر لیا ہوتا تو بھی ان پر واضح ہو جاتا کہ "بآن دختر" کے لفظوں میں اسی "فرزند" کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے بوڑھے باپ کو اپنا دودھ پلایا تھا۔ تبسم صاحب کی بے توجہی کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ نے "بآن دختر فرمود" کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے اس کی بیٹی سے فرمایا" حالانکہ اس ٹکڑے کا صحیح ترجمہ یوں ہوتا کہ "حضرت عمرؓ نے اُس بیٹی یا لڑکی سے فرمایا۔"

بدیعی نسخہ کی منقولہ فارسی عبارت میں سیدنا عمرؓ کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" پورا لکھا ہے۔ تبسم صاحب نے ایجاز سے کام لے کر "رضؓ" رہنے دیا۔ فارسی کتاب میں "عُمَرْ" چھپا ہے اور ترجمہ میں "عُمَرْ" کو صرف "عُمَر" رکھا گیا ہے۔ قطع نظر ان معمولی باتوں کے فارسی کے اصل اور ترجمہ کے خط کشیدہ لفظوں پر غور کیجئے اور سوچئے کہ آیا ترجمہ اصل کے مطابق ہے یا اصل و ترجمہ میں زمین و آسمان کا فرق آ گیا ہے۔ مثلاً:-

(۱) نسخۂ بدیعی میں لفظ "فرزند" (فرزندش) ہے۔ جس کا ترجمہ ہمارے تبسم صاحب نے اُردو کے عام محاورہ کے مطابق "بیٹا" (اُس کا بیٹا) کر دیا۔

(۲) اب "ملفوظاتِ رومی" کی اُردو عبارت کو دیکھئے کہ بوڑھے باپ کو بخیال تبسم صاحب دودھ تو پلاتا ہے "اُس کا بیٹا" اور سیدنا عمرؓ بوڑھے باپ کو محض دودھ کی کٹوری پیش کرنے یا چوسنی (اگر اُس زمانہ میں چوسنی کا وجود ہو) سے دودھ پلانے والے خادم بیٹے کی بجائے بوڑھے کی بیٹی کو مخاطب کرکے۔ خدا جانے اس کی کس خدمت کی وجہ سے اُسی کو سراہنے لگتے ہیں۔ جب کہ اوپر کی اُردو عبارت میں بوڑھے باپ کو دودھ پلاتا ہوا بیٹا دکھایا گیا ہے اس لئے اگر تعریف ہوتی تو اُس بیٹے اور اس کی خدمت و نقاہت کی ہوتی، اس کے برخلاف سیدنا عمرؓ ایسا دانا اور فرزانہ انسان بوڑھے باپ کے خادم بیٹے کی خدمت کو نظر انداز کرکے بوڑھے کی بیٹی سے (جس کے وجود اور کسی خدمت کی طرف اوپر کی عبارت میں کہیں اور کوئی اشارہ نہیں) مخاطب ہوجاتے ہیں، اور وہ عورت بھی اپنے بھائی کی خدمت کا اعتراف کرنے کے بجائے خود اپنی ہی نامعلوم دخترانہ خدمات وجذبات کے کمالات دکھانے لگتی ہے، حالانکہ اوپر کی اُردو عبارت میں اس کی کسی خدمت کا صراحتاً یا اشارۃً کوئی ذکر نہیں آیا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جو بیٹا باپ کی خدمت کر رہا تھا، اسی سے سوال ہوتا اور وہی سوال کا جواب دیتا اور اسی بیٹے کی نقاہت کی تعریف کی جاتی۔

(۳) اُردو ترجمہ کے اس حصہ کو کہ:- "افسوس عمرؓ پر کہ وہ حقیقت اور راز سے واقف نہیں" اگر حضرت عمرؓ کا قول خیال کیا گیا ہے۔ تو میرے خیالِ ناقص میں صحیح نہیں۔ اور اگر مولانائے رومؒ کے قول کا ترجمہ ہے تو بھی مبہم ہی نہیں غلط بھی ہے۔ کیونکہ مولانا کے قول کا یہ مفہوم نہیں۔

(۴) اُردو ترجمہ کے آخری پیرے کی عبارت بھی مطلب خیز نہیں۔ بھلا اس:- "اپنے کو شکست دیتے ہیں" کا کیا مفہوم ہے؟ صحیح طور پر واضح نہیں۔

اب جو بات اس نیازمند کے خیال میں آئی ہے وہ عرض کرتا ہے کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے تبسم صاحب کو یہ ساری مشکل لفظِ "فرزند" کی معنوی وسعت سے بے خبری کی وجہ سے پیش آئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فارسی زبان میں "فرزند" کا لفظ لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ دیکھئے ایران کے مشہور پروفیسر سعید نفیسی اپنے مجموعۂ چہار دہ داستان تاریخی بنام "ماہ نخشب" طبع دوم کے صفحہ ۲۹۱ پر مولانائے رومؒ کی اولاد کا ذکر ان لفظوں میں کرتے ہیں کہ:-

" مولانا چہار فرزند داشت، سہ پسر: بہاؤ الدین محمد معروف بسلطان ولد، علاء الدین محمد، مظفر الدین امیر عالم ویک دختر ملکہ خاتون "

اسی طرح فارسی میں " بچہ " کے لفظ کا اطلاق لڑکے اور لڑکی دونوں پر ہوتا ہے۔

مضمون کی تکمیل کے بعد فیہ ما فیہ کا انگریزی ترجمہ جو پروفیسر آربری نے " ڈس کورسز آف رومی " کے نام سے کیا ہے، دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ موصوف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲ پر " فرزند " کا ترجمہ DAUGTER یا بلفظِ دیگر " دختر " ہی کیا ہے، یہی حال عربی لفظ " طفل " کا ہے۔ جو فارسی میں " فرزند " کی طرح لڑکے اور لڑکی دونوں میں مشترک ہے۔ جیسا کہ انگریزی لفظ CHILD اور BABY لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے بولے جاتے ہیں ہم اُردو دانوں نے فارسی لفظ " بچہ " کو لڑکے کے لئے خاص کر کے اس کی تانیث " بچی " بنالی۔ پاکستان کا پتہ نہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں " بچہ " لڑکے کے لئے اور " بچی " لڑکی کے لئے عام بول چال کی زبان ہے۔ اندرونِ ملک میں " بے بی " اور " بابا " کے لفظوں کے استعمال کا کیا رنگ ہے۔ یقین سے کہنا مشکل ہے البتہ ہمارے بمبئی میں جن گھروں میں انگریزی زبان کے زیرِ اثر آیائیں بچوں کی پرورش اور نگرانی پر مقرر ہوتی ہیں وہاں " بے بی " (BABY) لڑکی کے لئے خاص ہے اور " بابا " لڑکے کے لئے بولا جاتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات واضح ہو جانے کے بعد اُردو ترجمہ کی گنجلک دُور ہو گئی۔ مولانائے روم کا اس حکایت کے بیان فرمانے سے مقصد یہ تھا کہ باپ اتنا بوڑھا ہو چکا تھا کہ اس کی صاحب اولاد بیٹی (فرزند) اپنے اس بوڑھے باپ کو یوں اپنا دودھ پلاتی تھی جس طرح مائیں اپنے شیر خوار بچوں کو اپنا دودھ پلایا کرتی ہیں اس لڑکی (فرزند) کی اسی خدمت یا اس لڑکی کی اس پُر از جذبۂ امومت شفقت کو دیکھ کر سیدنا عمرؓ نے باپ کو اپنا دودھ پلانے والی اسی بیٹی (بآن دختر) سے فرمایا کہ اس زمانہ میں اور کون ہے جس کو تیرے جتنا اپنے باپ پر حق ہو، آپ کے اس ارشاد پر اپنے اس ضعیف باپ کو ماں کی طرح دودھ پلانے والی اسی بیٹی نے جواب دیا کہ حضرت مجھ میں اور میرے باپ میں ایک فرق ہے۔ وہ یہ کہ جب میں شیر خوار تھی تو میرا یہ باپ میری بیچارگی میں مجھے کھلاتے پلاتے ہوئے بھی اس ڈر سے کانپا اور لرزا کرتا تھا کہ میں کہیں بھوکوں مر نہ جاؤں۔ لیکن میں بھی اپنے اسی بوڑھے باپ کو اس کی بے چارگی اور کمزوری میں اپنا دودھ بھی پلاتی ہوں کہ بھوکا نہ ہے اور ساتھ ہی

یہ دعا بھی کرتی رہتی ہوں کہ میرا یہ بوڑھا اپاہج باپ جلدی مرجائے کہ بیٹی بوڑھے باپ کو اپنا دودھ پلانے اور وہ بیٹی کا دودھ پینے کی زحمت سے نجات پا جائے۔ بیٹی کا یہی جواب تھا جسے سن کر سیدنا عمرؓ نے ازکار رفتہ بوڑھے اضعف باپ کی اولاد والی جوان بیٹی کی فقاہت کی تعریف فرمائی تھی۔

"فرزند" کا لفظ جوان عورت کے لئے بھی فارسی ادب میں استعمال ہوا ہے۔ بوڑھا باپ جوان بیٹی کو "فرزند" کہہ سکتا ہے۔ روحانی علماء جوان عقیدت کیش خواتین کو "فرزند" کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر فروزانفر کی مؤلفہ سوانح مولانا روم جلد اول ص۴۹ پر حضرت سید برہان الدین محقق کے بارے میں افلاکی کی زبانی روایت کیا گیا ہے کہ:۔

"خاتونی بزرگ کہ آسیۂ وقت بود .... مرید سید (برہان الدین محقق) شدہ بود۔ روزی (آن خاتون از سید موصوف) بطریق مطایبہ سوال کرد ....
(سید بجوابش) فرمود کہ اے فرزندا ہمچون اشتران بارکشیم"

"فیہ ما فیہ" مرتبۂ پروفیسر فروزانفر کی منقولہ فارسی عبارت میں جو یہ لفظ آئے ہیں کہ:۔
"حاشا از عمرؓ کہ از حقیقت وسترکارہا واقف نبودی"

مولانا ے روم کا قول ہے ۔ آنجناب کا منشا یہ ہے کہ سیدنا عمرؓ کے اس ارشاد سے کہ "یہ لڑکی عمرؓ سے زیادہ فقیہ" ہے کوئی کم فہم انسان گمان کر سکتا ہے کہ نعوذ باللہ! عمرؓ کو اس لڑکی جتنا بھی فقہ میں درک نہ تھا۔ اس لئے وہ صاحبزادی فقاہت میں ان سے افضل تھی۔ اس لئے مولانا نے فرمایا کہ "معاذ اللہ! یا "حاشا"! یا "استغفر اللہ"! ایسا ہرگز نہیں تھا کہ سیدنا عمر فاروق دین وشرع وفقہ کے اسرار وغوامض سے واقف نہ ہوں۔

اس پر سوال ہو سکتا ہے کہ اگر ایسا نہ تھا تو پھر حضرت فاروق نے لڑکی کو فقاہت میں اپنے سے افضل کیوں بتایا۔ اسی غلط فہمی وغلط اندیشی کو دور کرنے کے لئے مولانا فرماتے ہیں کہ:۔
"صحابہ کی سیرت یہ تھی کہ وہ اپنی ذات کے بارے میں انکسار نفس سے کام لیا کرتے تھے۔ اور اپنے مقابلہ میں دوسروں کی مدح وستائش کیا کرتے تھے"

اس بیان میں مولانائے رومؔ نے قرآن حکیم کی آیتِ ذیل کی عملی تفسیر کشی کی ہے:-

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (بنی اسرائیل ۱۷/۲۴)

یعنی اے فرزند تیرے والدین میں کوئی ایک یا دونوں اگر تیرے سامنے اتنے بوڑھے ہو جائیں کہ ان پر تنکیس فی الخلق کے قانون کے مطابق دوبارہ بچوں کی سی بے چارگی اور شیر خوارگی کا سا عالم طاری ہو جائے تو (مادرانہ یا پدرانہ) محبت سے خاکساری کا پہلو اُن کے آگے جھکائے رکھنا اور (ان کے حق میں) (قولی وعملی) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح انھوں نے مجھ چھوٹے سے کو (میری طفلی میں) پالا اور میرے حال پر رحم کرتے رہے۔ اسی طرح تو بھی ان پر رحم کیجیو۔ جیسے اے خدا تیری ربوبیت کا ظہور انسان کے ماں باپ کے روپ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی اپنے ماں باپ کی بیچارگی اور کمزوری میں ان کے لئے تیری ربوبیت کا مظہر ہونے کی توفیق پا سکیں۔

خدا کی کتاب توراتِ شریف (پیدائش ۱۹ب ۳۰ تا ۳۸) میں سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کی صاحبزادیوں کا جو قصہ آیا ہے، دل کہتا ہے کہ اس کی بھی کچھ ایسی ہی حقیقت ہوگی، مگر فطرتِ انسانی کی نیرنگیوں سے غافل مترجموں نے اصل بات کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔ لیکن اس سے یہ بدگمانی بھی نہیں کرنی چاہئے کہ کتابِ مقدس کے مترجموں کا علم یا کتاب اللہ سے شیفتگی یا اس پر ایمان کسی مدعی علم غیر سے کم ہوگا۔ نہیں یہ بات نہیں، ان کی کتاب اللہ سے عقیدت یقیناً کم نہ تھی، ہاں بات صرف نقطۂ نظر یا حقیقت شناسی کی ہے۔

اعلان

جناب مولانا سعید احمد صاحب ایم، اے اکبرآبادی جو پچھلے دنوں کنیڈا تشریف لے گئے تھے ۲۴ مئی ۶۳ء تک ہندوستان واپس تشریف لا رہے ہیں اس لئے اب مولانا موصوف سے سابقہ پتہ پر خط وکتابت فرمائی جائے جو حسب ذیل ہے

" مولانا سعید احمد صاحب ایم، اے اکبرآبادی، علی منزل، ڈگی روڈ۔ علی گڈھ "

محمد ظفر احمد
— منیجر رسالہ برہان دہلی —